ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند)، علی گڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۲ | ۱۵ مئی ۱۹۵۳ء — ایڈیٹر — قاضی عبدالغفار — یکم رمضان المبارک ۱۳۷۲ | نمبر ۱۰

بیس لاکھ

تقریباً ۱۰ مہینوں کی لگاتار محنت کے بعد ہم نے ۲۰ لاکھ دستخط حاصل کرلئے اور اب ایک اور میدان سامنے ہے جس میں قدم بڑھانا ہے۔ انجمن ترقی اردو (ہند) کی مجلس عاملہ نے ۲۶ اپریل کو یہ فیصلہ کردیا کہ ۱۰ مئی کو عارضی کمیٹی کا کام قطعی طور پر ختم ہو جائے۔

دستخط کے فارموں کی جانچ اور ترتیب کا کام بھی اس وقت تک ختم ہو جائے گا۔ انجمن نے اس سوال پر بھی غور کیا کہ اس منزل پر پہنچ کر اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ مجلس عاملہ کے اراکین نے اس بات کو ضروری سمجھا کہ صدر جمہوریہ کی خدمت میں وفد لے جانے سے پہلے اپنے اُن کارگزاروں اور ہمدردوں کی عوامی تائید بھی حاصل کرلی جائے جنھوں نے دستخطوں کے حاصل کرنے میں خلوص کے ساتھ محنت کی ہے۔

صدر جمہوریہ کی خدمت میں انجمن کا وفد حاضر ہو کر کیا کہے گا۔ اس کے متعلق مجلس عاملہ اپنے اراکین سے مشورے کررہی ہے اور اس بات پر بھی غور کررہی ہے کہ صدر جمہوریہ جب ہماری عرضداشت کو منظور یا نامنظور کرچکیں گے تو پھر کیا ہوگا۔ دونوں صورتوں میں اردو زبان کی ترقی اور حفاظت کا مسئلہ ختم نہیں ہوتا۔ اور یہ بات بار بار سوچنے کی ہے کہ اگر صدر جمہوریہ نے از روئے انصاف فیصلہ کیا تب بھی ہم محض حکومت کی مہربانی پر بھروسہ کرکے نہیں بیٹھ سکتے اور اسی طرح اگر ہمارا معروضہ نامنظور ہوا تب بھی ہمیں اس تحریک کو مختلف صورتوں میں جاری رکھنا ہے۔

اس مسئلہ کی روح یہ حقیقت ہے کہ اردو والوں کے لئے کام کرنے اور جد وجہد کی بہت سی منزلیں باقی ہیں۔ جو خطرہ اس وقت اردو زبان کو پیش آیا ہے اُس سے سبق لیکر ہمیں اس زبان کی حفاظت کا خود اپنی جد وجہد سے پورا پورا بیمہ کرانا ہے تاکہ اہل سیاست اور تنگ نظر فرقہ پرستوں کی تنگ نظری۔۔ اردو زبان کے لئے پھر کوئی نیا فتنہ پیدا نہ کرسکے اردو زبان کی جان کا بیمہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ اس زبان کی تعلیم اور ترویج کا انتظام پہلے سے زیادہ مضبوط اور وسیع ہو اور ہمارے مدرسوں اور مکتبوں اور تعلیمی اداروں کا جال تمام شمالی ہندوستان میں اس طرح پھیل جائے کہ پھر کوئی جماعت سرکاری زبان کو اردو زبان سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرسکے۔

اخباروں میں اردو کے مخلص ہمدردوں کے بیانات اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں اور آئندہ کام کرنے کی مفید تجویزیں پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن ابھی تک ہم نے کسی ہمدرد کے قلم سے اس تحریک کے بنیادی مسئلہ پر کچھ بھی لکھا ہوا نہیں دیکھا۔

وہ بنیادی مسئلہ اردو زبان کی مالی امداد کا سوال ہے

کوئی اسکیم اور کوئی پروگرام بغیر روپیہ کے نہیں چل سکتا۔ ہم نے چاہا تھا کہ دستخطی تحریک کے ساتھ ہی ساتھ آنہ یا دو آنہ فی کس کے حساب سے کچھ چندے بھی وصول ہوتے رہیں۔ لیکن ابھی تک ایسا نہ ہو سکا اور اردو کے ہمدردوں کو یہ معلوم کرکے تعجب ہوگا کہ جو روپیہ اس تحریک پر اب تک خرچ ہوا ہے اس کا ایک ناقابل ذکر اور قلیل ترین حصہ ہم کو مشکل اتر پردیش سے حاصل ہو سکا۔ ورنہ انجمن کے کارکنوں کو دور دراز بمبئی سے وہاں کے ہمدردوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر سرمایہ حاصل کرنا پڑا۔ بمبئی میں اکثر ہم سے سوال کیا گیا کہ خود اتر پردیش میں اس کام کے لئے کتنا چندہ ہوا ہے اور ہمارے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ اتر پردیش کی یہ تحریک سارے ہندوستان کی تحریک ہے۔ اس لئے کہ اس کے نتیجہ کا اثر ہندوستان کے تمام صوبوں پر پڑے گا۔ لہٰذا صوبہ واری نقطۂ نظر سے یہ سوال نہیں دیکھا جا سکتا۔ تاہم ہمارے لئے یہ صورت خوشگوار تو نہ تھی کہ خود اتر پردیش سے جہاں ہم نے یہ محاذ قائم کیا ہے۔ ہمیں مالی امداد نہ مل سکے۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہ احباب جو اس تحریک کی کامیابی پر خوش ہو رہے ہیں چند لمحے اس بات پر بھی غور کریں کہ جو ہزارہا روپیہ اس تحریک پر خرچ کیا گیا ہے اس کے فراہم کرنے میں انجمن کے کارگذاروں کو کتنی زحمت برداشت کرنی پڑی ہوگی۔

یہ گمان صحیح نہیں ہے کہ مرکزی انجمن ترقی اردو نے اپنی آمدنی کا کوئی حصہ اس تحریک پر صرف کیا ہے۔ ہم نے اپنے دوسرے کاموں کے پروگرام کو اب تک متاثر نہیں ہونے دیا اور مجلس عاملہ کے فیصلہ کے مطابق اردو زبان کے ہمدردوں سے چندہ جمع کرتے رہے۔ لیکن باوجود اس جدوجہد کے اس وقت لکھنؤ کے عارضی کمیٹی تقریباً ۱۰ ہزار روپیہ کی مقروض ہے اور آگے یہ رقم جلد سے جلد حاصل ہونی چاہئیے۔

اس وقت اتر پردیش میں دستخطوں کی تحریک کے تقریباً ۱۰۰ مرکز قائم ہیں اور یہ مرکزی انجمن کے شاخوں کے علاوہ ہیں۔ اب اگر ان میں سے ہر مرکز ڈیڑھ سو روپیہ جمع کرکے بھیج دے تو دس ہزار سے زیادہ رقم جمع ہو جاتی ہے۔ جو کام بہت مشکل معلوم ہوتا ہے وہ درحقیقت کتنا آسان ہے۔ اس وقت اس تحریک کے چار پانچ ہزار ورکر تمام صوبہ میں کام کر رہے ہیں اگر یہ چار ہزار اشخاص تین تین روپیہ فی کس بھی ادا کریں تو بارہ ہزار روپیہ ہم کو مل جاتے ہیں۔ ان حضرات کے خلوص کا اندازہ اگر صحیح ہے تو اس کام کو کون مشکل کہے گا؟

دس ہزار روپیہ کا یہ قرضہ ادا کرنے کے بعد پھر انجمن کو ملک کے ممتاز حضرات کے عملی ہمدردیاں حاصل کرکے ایک بڑے سرمایہ کی فراہمی کا انتظام کرنا ہے جو مکتبوں اور مدرسوں کے اجرا کی بنیادی اسکیم پر خرچ کرنا ہے۔ اس اسکیم کی تفصیلات ہم آئندہ پیش کریں گے۔

اتر پردیش میں اردو کے ہمدردوں کا پہلا امتحان دس ہزار روپیہ کی فراہمی ہے اور اگر یہ تحریک ابھی کامیاب نہیں ہوتی تو پھر اُن دوستوں سے جو بڑی بڑی تجویزیں پیش کر رہے ہیں یہ عرض کرنا ہے کہ بڑی بڑی تجویزوں کا تصور کرکے مضامین لکھنا اور تقریریں کرنا اپنے کو دھوکہ دینا ہے۔

بعض دوستوں کا یہ خیال ہے کہ بجائے اس کے کہ انجمن کوئی مرکزی سرمایہ جمع کرے مختلف مقامات کے اردو والوں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے اپنے مقام پر مسجدوں میں اور محلوں میں اردو کے مکتب قائم کریں اور مقامی چندے سے انکا خرچ برداشت کریں۔ کہنے میں تو یہ بات بہت آسان معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ہمارا تجربہ بہت تلخ ہے۔ خود انجمن کی شاخوں کو بارہا اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ ایسے مکتب اور مدرسے قائم کرلیں یا جو قائم ہیں ان کو سنبھالیں اور ان سے وعدہ کیا گیا کہ اس کام میں مرکزی انجمن ان کی مالی امداد کرے گی۔ لیکن بار بار کوشش کرتے اور ترغیب دینے کے باوجود مشکل سے آدھی درجن ایسی شاخیں ہیں جو کوئی مکتب یا مدرسہ جاری کر سکیں۔ جب مالی امداد دیکر ہم ان دوستوں سے یہ کام نہ لے سکے تو یہ توقع کہ وہ خود مکتب اور مدرسے کے اخراجات کے لئے کافی چندے جمع

کرلیں گے ایک امید موہوم ہے۔ کسی نہ کسی مرکزیت کو قائم کرکے ہی ہم اس قسم کے کوئی بڑی اسکیم جاری کرسکتے ہیں۔ پھر اگر اس مرکزیت میں اردو کی خدمت کرنے والے بعض دوسرے ممتاز ادارے بھی شریک ہوجائیں تو ہمارا کام زیادہ آسان ہوجائے گا۔

ہم بار بار سوچ رہے ہیں اور ہماری تمنا ہے کہ اسی نقطۂ نظر سے دوسرے احباب بھی سوچیں کہ دستخطوں کی تحریک جس منزل پر ختم ہوتی ہے اس کے آگے اردو کے ہمدردوں کے لئے سخت منزلیں آئیں گی جہاں ان کو ایسا ٹھوس کام کرنا ہوگا جو انتہائی قوت عمل اور محنت چاہتا ہے کیا ہمارا قافلہ اس دشوار گذار راہ پر چلنے کے لئے تیار ہے؟

رہرو راہ محبت کا خدا حافظ ہے
اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

ہلکے ہلکے اشارے

——— پٹیالہ کے مشاعرے میں سری سوہن لال ساحر نے تقریر کرتے ہوئے اردو زبان کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ ہندو اور مسلم اہل قلم کی مشترکہ میراث ہے۔ وہ کسی ایک فرقہ کی زبان نہیں ہے اور تمام ہندوستان میں سمجھی جاتی ہے ....."

——— ہمیں تعجب ہے کہ ایسی باتوں کو ساحر صاحب نے زبان پر لانے کی جرأت کی ——— حالانکہ ان کا نام سری سوہن لال ہے! اتر پردیش میں وہ ایسی کوئی بات کہتے تو انہیں دندان شکن جواب دیا جاتا!

——— اور پھر یہ بھی تو تعجب کی بات ہے کہ اس مشاعرے میں بہت سے ہندو شعراء نے نمایاں حصہ لیا۔

——— اور یہ کیا کچھ کم تعجب کی بات ہے کہ پیپسو گورنمنٹ کے چیف سکریٹری سردار رنبیر سنگھ نے اس مشاعرے کا انتظام کیا!

——— ہمیں کچھ اختیار ہوتا تو ہم ان صاحبوں سے جواب طلب کرتے کہ ہندی اور پنجابی کے علاوہ انھوں نے اردو کا نام کیسے لیا!

——— سری یوگندر پال (قرول باغ دہلی) لکھتے ہیں کہ ان کو شکایت اس بات کی ہے کہ پنجاب یونیورسٹی میں اردو زبان کا جو مقام تھا وہ اب نہیں ہے۔ بلکہ اس زبان کو جو پنجاب کی سرکاری زبان تھی اب نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

اس میں شکایت کی کیا بات ہے؟ کہہ تو دیا ہم نے کہ جب ملک کی تقسیم ہوئی تو عقل وانصاف کی بھی تقسیم ہوگئی! گاندھی جی کی باتوں کو لوگ یاد دلاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہمارا نیتا اب ان باتوں کا پابند کب ہے۔ اس قسم کی پابندیاں "آزادی" کے مفہوم کے خلاف ہیں! یوگندر پال صاحب اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں!!

——— ناگپور میں ہندی امتحانات پاس کرنیوالے طلبا سے خطاب کرتے ہوئے مدھیہ پردیش کے گورنر ڈاکٹر پٹا بھی سیتارامیہ نے کہا کہ آپ کو محض سند حاصل کرلینے پر اکتفا نہیں کرلینا چاہیئے بلکہ ہندی سے روزمرہ کا رابطہ رکھنا چاہیئے ہندی ساہتیہ سمیلن کے سکریٹری پنڈت سیتارام چترویدی نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ادبی ہندی یوپی والوں کی بھی مادری زبان نہیں اس لئے کہ مشرقی یوپی میں بھوجپوری لکھنؤ میں اودھی اور مغربی یوپی میں برج بھاشا بولی جاتی ہے۔ انھوں نے آگے چل کر کہا کہ موجودہ ہندی جسے قومی زبان کا درجہ دیا گیا ہے۔ دراصل چند بڑے آدمیوں کی تخلیق ہے اور انھوں نے ہندی زبان کو ایک معیاری صورت عطا فرمائی ہے

——— یعنی مادری زبانوں کی فہرست میں جدید ہندی داخل ہی نہیں ہوسکتی "چند بڑے آدمیوں" نے اگر اسے تخلیق کیا تو پھر ہمیں کوئی یہ سمجھا دے کہ یہ قومی زبان کیسے بن گئی! سرکاری زبان تو وہ بے شک ہے، مگر قومی زبان بننے کیلئے جو شرطیں ضروری ہیں کیا انھیں بھی یہ پورا کرتی ہے؟ ——— یہ ایک عبرت آموز ہوکہ ہے کہ سرکاری زبان کو بار بار قومی زبان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور بہت سے نیتاؤں کی آواز کو سننے والے یہ سوچتے نہیں کہ "قومی زبان" کے معنی کچھ اور ہیں اور "سرکاری زبان" کے کچھ اور!! ہمارے نیتاؤں کا

خشا یہ ہے کہ عوام اس بات کو سمجھ ہی نہ سکیں !! لیکن جنوبی ہند میں تو یہ بھانڈا پھوٹ رہا ہے !!

اتر پردیش کی ہندستانی اکیڈمی کے مُردے نے یکایک ایک کروٹ لی ہے۔ جنازہ تیار تھا اور ہم سب میت کو مٹی دینے کے لئے کھڑے ہوئے تھے کہ یکایک اس مُردے نے آنکھیں کھول دیں! یعنی الہ آباد میں مردہ زندہ ہو گیا!!

چند ہی روز ہوئے اکیڈمی کے سکریٹری کا ایک بیان اخباروں میں چھپا تھا جس میں انھوں نے کہا تھا کہ گورنمنٹ نے پہلے تو اردو کا حق ۲۰ فیصد تسلیم کر کے یہ حکم دیا کہ اکیڈمی کی آمدنی کا ۸۰ فیصد ہندی پر اور ۲۰ فیصد اردو پر خرچ کیا جائے اور پھر اس حکم سے گریز کر کے اعلان کر دیا کہ اکیڈمی کی پوری امداد بند! چند روز بعد اس فیصلے نے بھی پلٹا کھایا ——— یعنی اکیڈمی کے لئے ممبران نامزد کر دیئے گئے اور برسوں کے بعد ایک جلسہ بھی طلب کر لیا گیا۔

——— اس کا تو کوئی علاج نہ تھا کہ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اور انجمن ترقی اردو کے دو چار نمائندے ایسے شمار میں آگئے جو اردو والے ہیں۔ لیکن سرکار نے جو بارہ اشخاص کو رکنیت کے لئے نامزد فرمایا تو ان میں کسی ایک اردو والے کا نام نہ آیا! اور ہونا بھی یہی چاہیئے تھا اس لئے کہ اتر پردیش میں اس نام کی کوئی زبان ہے کہاں، جس کے نمائندوں کو سرکار نامزد فرماتی! یہ ٹوٹے پھوٹے، دو چار باؤلے دیوانے جو اردو اردو پکارتے ہیں۔ اگر سرکاری اکثریت کے حضور میں بھی گئے تو ایک چنا بھاڑ کب پھوڑتا ہے!! قسم کھانے کو یہ بات بھی رہے کہ ہاں ہندوستانی اکیڈمی میں اردو والے بھی ہیں!!

اور اردو والوں کا یہ حال ہے کہ

دبال دوش ہے شوریدہ سر دیئے ہم نے
لگا رکھا ہے تیرے خنجر دستان کے لئے!!

پی۔ ٹی۔ ائی نے یہ خبر دی ہے کہ اتر پردیش کی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ ہندی کے اہل قلم کو بہترین علمی اور ادبی کتابوں کی تصنیف و تالیف پر خاص خاص انعامات دے گی۔ اس اعلان میں اردو اہل قلم کا کچھ ذکر نہیں ہے ——— ہم نے صوبائی حکومت سے دریافت کیا ہے کہ ایسا کیوں ہے۔ اور ایک دوست سے شرط باندھی کہ سرکار کا کوئی جواب نہیں آئے گا! ہمیں یقین ہے کہ ہم یہ شرط جیت جائیں گے!——— سرکار اس قسم کے نامعقول سوالات کے جواب دینے میں اپنا وقت ضائع نہیں فرماتی!!

——— اور ہماری ریاست کی اسمبلی اور کونسل کے کوئی معزز رکن تو کیوں ایسا سوال کرنے لگے۔ اُن کے کاندھوں پر تو پارٹی ڈسپلن کا جوا رکھا ہوا ہے!!

جمہوریت کی جے!!

زاویہ بدل کر دیکھئے!

پی۔ ٹی۔ ائی کی یہ خبر ہے:-

کلکتہ ۱۳ مئی مغربی بنگال کی لیجسلیٹو اسمبلی نے آج بالاتفاق ایک غیر سرکاری قرار داد منظور کی جس میں صدر جمہوریہ سے درخواست کی گئی ہے کہ دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے تحت مناسب کارروائی کریں۔ تاکہ اس مطالبہ کی بنا پر جو بہار اسمبلی کے متعدد بنگالی بولنے والے ممبروں نے کیا ہے بنگالی زبان کو حکومت بہار کی سرکاری زبان تسلیم کیا جائے۔

اس قرارداد کی تائید کرتے ہوئے چیف منسٹر ڈاکٹر رائے نے کہا کہ گذشتہ انتخاب کے زمانہ میں انھوں نے بہار کے بعض ایسے علاقوں کا دورہ کیا تھا جہاں بنگالی بولی جاتی ہے اور وہاں ان کو معلوم ہوا تھا کہ بنگالی زبان ممنوع کی جا رہی ہے اور اسمبلی اور عدالتوں میں بھی اس کے استعمال کی اجازت نہیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ بات بحیثیت مجموعی تمام ہندستان

کے مجموعی مفاد کے لئے مضرت رساں
ہے کسی ریاستی حکومت کا صحیح نقطہ نظر
صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ہر ایسی زبان
کی ہمت افزائی کیجئے جس کو زیادہ لوگ
بولتے ہوں۔

یہ قرارداد گذشتہ ہفتہ مسٹر بے چودھری نے پیش کی تھی۔

اتر پردیش میں دستور کی دفعہ ۳۴۷ کا نام جب سے لیا گیا ہے۔ اب دوسرے صوبوں میں بھی یہ دفعہ دہرائی جانے لگی ہے۔

چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری!

اگر ذرا زاویہ بدل کر دیکھئے تو بنگال اسمبلی کے اس مطالبہ میں اور اتر پردیش کے اردو بولنے والوں کے مطالبہ میں کوئی فرق نظر نہیں آتا صرف چند لفظوں کا پھیر ہے۔ وہی دفعہ ۳۴۷ وہاں چل پڑی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ سرکاری زبان کے حامیوں کو اتنا غصہ بنگالی والوں کے اس جسارت پر ہرگز نہ آئے گا۔ جتنا غصہ کہ ان کو اتر پردیش کے اردو والوں پر آتا ہے!

خطا دونوں کی ایک ہی ہے۔ لیکن ملزم مختلف ہیں!!

وہاں بی۔ سی۔ رائے وہی بات کہتے ہیں تو ٹنڈن جی خاموش ہیں اور یہاں وہی بات، ڈاکٹر ذاکر حسین کہتے ہیں تو ٹنڈن جی کو ان کا بیان رد کرنے کے لئے علی گڈھ آنا پڑتا ہے۔ اب تو ہر سمت میں علاقائی زبانوں کی بنیاد پر صوبوں کی تقسیم کا فتنہ اٹھ رہا ہے۔ بیچارے اردو والے تو بہت پیچھے ہیں۔ انھوں نے تو تقسیم کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں کیا ہے۔ وہ تو صرف اتنی ہی بات کہہ رہے ہیں کہ ؂

مانا کہ تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
ہم کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو!

بنگال اور بہار میں دفعہ ۳۴۷ کی یہ تحریک ہمارے لئے بہت دلچسپ ہے اور دیکھنا ہے کہ ان صوبوں کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

ہماری علاقائی تحریک کا کام کامیابی کے ساتھ ختم ہو رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم صدر جمہوریہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ تو اس سفر میں ہمارے ہمسفر کچھ اور لوگ بھی ہوں گے! سرکاری زبان کے ساتھ ساتھ جو معاملہ بنگالی کا ہے وہی مرہٹی کا ہے۔ وہی تلگو کا ہے۔ انتہا پسند تلگو والے تو دوسری طرف انتہا پر پہنچ گئے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ ان کے صوبہ میں کسی ایسے شخص کو سرکاری ملازمت میں نہ لیا جائے گا جس کی مادری زبان تلگو نہ ہو۔ گویا سرکاری زبان دوسرے نمبر پر آ گئی!

اردو والوں کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں کہ وہ سرکاری زبان کو دوسرے نمبر پر رکھیں۔ تاہم ہمارے نیتاؤں کو غصہ صرف اُن ہی پر آتا ہے۔ بنگالی والوں یا مرہٹی والوں سے وہ ٹھیک کر لیتے ہیں!! —— یہ تماشا اتنا ہی تبسم آفریں ہے جتنا کہ سبق آموز!! (نامہ نگار)

انجمن کی خبریں

علی گڑھ

۲۶ر اور ۲۷ر اپریل کو علی گڑھ میں انجمن ترقی اردو ہند کے سالانہ جلسے ہوئے۔ ۲۶ر اپریل کو فنانس کیٹی۔ ادبی کیٹی اور مجلس عاملہ کے جلسے ہوئے اور ۲۷ر تاریخ کی صبح کو اراکین انجمن کا عام جلسہ منعقد ہوا جس میں حسب ذیل اراکین نے شرکت فرمائی۔

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں	(علی گڑھ)	صدر
پنڈت دتاتریہ کیفی صاحب	(دہلی)	نائب صدر
پنڈت سندر لال صاحب	(الٰہ آباد)	رکن
شاہ معین الدین احمد صاحب	(اعظم گڑھ)	"
شہاب الدین دسنوی صاحب	(بمبئی)	"
پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب	(علی گڑھ)	"
ڈاکٹر عبد العلیم	"	"
پروفیسر مسعود حسن رضوی صاحب	(لکھنو)	"
مولانا حفظ الرحمن صاحب	(دہلی)	"
پنڈت کشن پرشاد کول صاحب	(لکھنو)	"
حیات اللہ انصاری صاحب	"	"
قاضی عبد الغفار صاحب	(علی گڑھ)	جنرل سکریٹری

مجلس عام میں جناب صدر کی تحریک سے آصف علی صاحب اور شفیق الرحمن قدوائی صاحب کی وفات پر تعزیتی قراردادیں منظور کی گئیں۔

انجمن کے کاروبار کے متعلق جنرل سکریٹری کی یادداشت پڑھی گئی۔ اور اس کے اہم اجزا کے متعلق ضروری قراردادیں منظور کی گئیں۔ اس کے بعد انجمن کے سالانہ جلسہ میں بجٹ منظور کیا گیا ادبی کیٹی نے سال ۵۴-۱۹۵۳ء کے لئے کتابوں کی اشاعت کا پروگرام بنایا۔

علاقائی زبان کی تحریک کے متعلق طے کیا گیا کہ صدر جمہوریہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے یادداشت کا مسودہ تیار کیا جائے۔ اس کام کے لئے ایک سب کیٹی مقرر کی گئی۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ چونکہ تقریباً ۲۰ لاکھ دستخط ہو چکے ہیں اور جو کمی ہے وہ ۱۵ر مئی تک یقیناً پوری ہو جائے گی۔ اس لئے ۱۵ر مئی سے ایڈہاک کیٹی کا کام ختم کر دیا جائے۔ اس امر پر بھی گفتگو ہوئی کہ ایڈہاک کیٹی پر اس کام کے سلسلے میں جو قرضہ ہو گیا ہے اس کی ادائیگی کے لئے چندہ کیا جائے۔

اس سالانہ جلسہ میں اہم ترین مسئلہ علاقائی تحریک ہی کا تھا جس کا پروگرام انجمن کے ممبروں نے متفق الرائے ہو کر طے کیا۔ اس کے متعلق عنقریب جنرل سکریٹری اپنا وضاحتی بیان اخباروں کو بھیجیں گے۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ۱۵ر مئی کو عارضی کیٹی کا کام قطعی طور پر ختم ہو جائے گا۔ اس لئے دستخطوں کے جو فارم ابھی تک عارضی کیٹی کے دفتر میں وصول نہیں ہوئے وہ فوراً بھیج دیئے جائیں۔

کامٹی

کامٹی ۱۹ر اپریل ۵۳ء اسٹیٹ انجمن ترقی اردو کی تشکیل مکمل ہو گئی ہے۔ عہدیداروں اور مجلس عاملہ کے ممبروں کے نام یہ ہیں۔

صدر۔ عبد الستار صاحب فاروقی ایڈیٹر الفاروق۔ ناظم عمومی یوسف نیفش انصاری۔ ناظم مال۔ شاکر صاحب اورنگ آبادی۔ نائب صدور۔ ۱۔ ہادی نقش حیدری بالاپور۔ برار۔ ۲۔ جناب محمد صلاح الدین صاحب ایم۔ اے برہان پور۔ ۳۔ محمد حنیف صاحب انصاری بی۔ اے آنرز جبل پور۔ ۴۔ حافظ جمیل الرحمن صاحب ورگ۔

ممبران مجلس عاملہ:۔ ۱۔ عبد اللہ بھائی طاہر علی ایم پی ۲۔ ہدایت حسین صاحب بی۔ اے ناگپور ۳۔ حبیب تنویر ناگپور ۴۔ پی کے سالوے ایڈوکیٹ ناگپور ۵۔ پنڈت شمبھوناتھ سیگن ناگپور ۶۔ عبد المتین صاحب بی۔ اے انجمن اصلاح المسلمین کامٹی۔ ۷۔ حمید جمال صاحب بی۔ اے ۸۔ بابو سید عبد الرحمن صاحب گوندیا۔ ۹۔ عبد الحکیم صاحب بالاگھاٹ ۱۰۔ عبد الرشید صاحب دعلیگ) سیونی۔ ۱۱۔ مولوی حامد علی صاحب وارثی رائے پور ۱۲۔ آغا عبد الجبار صاحب انجمن اسلامیہ جبل پور ۱۳۔ مولس حسین

صاحب جامعی اسلام ناگپور۔ ۱۴۔ جمشید بٹ صاحب بیتول۔
۱۵۔ ڈاکٹر ممتاز احمد صاحب خوشتر کھنڈوہ ۱۶۔ جان محمد صاحب ٹھیکیدار بلاسپور۔

برار:۔ (۱) محمد ضیاء اللہ خاں صاحب انجمن مفید الاسلام کھام گاؤں۔ ۲۔ عبدالرزاق صاحب بی۔اے ایل ایل بی۔ اکولہ۔
۳۔ اصغر علی صاحب رنگ والا امراؤتی ۴۔ مولوی عبدالقدوس صاحب ناطق نبرپے سوپچھ ۵۔ مرزا امیر بیگ صاحب جامعی۔ ڈاکٹر قاضی محمد فضیل الدین صاحب ملکاپور، حکیم عبدالاحد خاں صاحب برہم امراؤتی (۶) اشرار صاحب بی۔اے ایل ایل بی وکیل ایڈیٹر محشر ایلچپور۔

برہان پور

۲۷ر اپریل ۱۹۵۳ء کو شب میں ۹ بجے آراکین انجمن ترقی اردو، مسلم نمائندہ کمیٹی اور جمعیۃ العلماء برہان پور کا ایک مشترکہ خصوصی جلسہ زیر صدارت عالی جناب آنریبل مولوی عبدالقادر صاحب صدیقی نائب وزیر تعلیم ریاست مدھیہ پردیش منعقد ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد حسب ذیل کارروائی عمل میں لائی گئی:۔

آنریبل آصف علی صاحب و مولانا شفیق الرحمن صاحب قدوائی کی وفات حسرت آیات پر ایک تعزیتی تجویز کے منظور ہونے کے بعد مسلمانان برہان پور کے تعلیمی مسائل پر غور و خوض کیا گیا اور حکیمیہ کارونیشن ہائی اسکول کے قریب مسلم طلبا کے لئے ایک دارالاقامہ تعمیر کرا دینے کی تجویز منظور ہوئی۔

جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات ۱۹۵۲ء میں کامیاب شدہ طلبا کو اسناد و صداقت نامے اور جناب شیخ فرید صاحب برہان پوری لکچرار دربیہ مہاودیالے امراؤتی کو "امیر جامعہ تمغہ" صدر محترم نے اپنے دست خاص سے عطا فرمائے۔

حافظ محمد یوسف خاں صاحب مہتمم امتحانات برہان پور سنٹر نے جامعہ کی طرف سے صدر محترم کی خدمت میں ہار پیش کیا۔ شیخ فرید صاحب نے امیر جامعہ اور تمغہ کی صفت میں اپنی تیار کردہ نظم پڑھ کر سنائی۔

حیدرآباد

حیدرآباد ۲۷ر اپریل۔ عدالتوں اور دفتروں میں اردو زبان کو باقی رکھنے کا مطالبہ کرتے ہوئے عوامی جمہوری محاذ کے ارکان مقننہ مسٹر اردوٹلہ لکشمی نرسمہا ریڈی سکریٹری آل حیدرآباد کسان سبھا اور مسٹر بی ہنمنت راؤ سکریٹری محاذ اسمبلی پارٹی نے حسب ذیل بیان جاری کیا ہے۔

پولیس ایکشن کے بعد حکومت حیدرآباد سے عوام کو یہ امید تھی کہ وہ ضلع کے دفاتر اور عدالتوں کی زبان کو علاقہ واری زبانوں میں تبدیل کرے گی۔ نہ صرف یہ نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس کے برخلاف انگریزی کو ان پر مسلط کیا جا رہا ہے ہمکو معلوم ہے کہ حیدرآباد کے بہت سے وکلاء کو انگریزی زبان نہیں آتی ہے اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اکثر منصفین کو بھی انگریزی میں اپنا فیصلہ لکھنے میں دقت ہوتی ہے۔ ان حالات کے مدنظر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ حکومت کا انگریزی زبان کو ان سب پر مسلط کرانا کہاں تک بجا ہے۔ حیدرآباد کی کانگریسی حکومت ان تمام وعدوں کو ایک سرے سے بھلا دے رہی ہے جو اس جماعت نے عوام سے مختلف موقعوں پر کئے تھے۔ ہم حکومت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی اس مخالف عوام پالیسی کو فوراً ختم کر دے اور آہستہ آہستہ عدالتوں اور اضلاع کے دفاتر میں علاقہ واری زبانوں کو ترویج دے اور اس وقت تک اردو کو باقی رکھا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ ہم تمام جمہوریت پسند اداروں اور افراد سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں حکومت کی مخالف عوام پالیسی کی پرزور مخالفت کریں۔" (دکن نیوز)

وزیانگرم

ممتاز خاں صاحب سکریٹری شاخ انجمن ترقی اردو اطلاع دیتے ہیں کہ یکم مئی سے وزیانگرم میں انجمن کی ایک شاخ قائم کر دی گئی ہے۔ جس کے عہدیداران حسب ذیل اصحاب منتخب ہوئے ہیں۔

صدر۔ جناب میر اعظم علی صاحب
نائب صدر۔ جناب حاجی محمد یعقوب صاحب

ٹریژرر ۔ جناب حاجی عبدالمجید خاں صاحب

سکریٹری ۔ جناب ستار خاں صاحب

جائنٹ سکریٹری ۔ شیخ سردار صاحب

حیدرآباد

حیدرآباد ۔ ۱۰ مارچ ملک کی دیگر زبانوں کو ترویج دینے کے نام پر کس طرح اردو زبان کو ختم کر دینے کی افسوسناک کوششیں کی جا رہی ہیں ۔ اس کی مثال ان واقعات سے مل سکتی ہے جو ریاست حیدرآباد کے بعض اضلاع کے مدارس میں اردو زبان کے ساتھ پیش آ رہے ہیں ۔ مسلسل ایسی اطلاعیں مل رہی ہیں کہ ریاست حیدرآباد کے اضلاع اور تعلقہ جات میں ان بچوں اور بچیوں کو جن کی مادری زبان اردو ہے ۔ تعلیم حاصل کرنے میں بڑی دشواریاں پیش آ رہی ہیں ۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اکثر سرکاری اسکولوں سے اردو زبان کے ذریعہ تعلیم دینے کا انتظام موقوف کیا جا رہا ہے جہاں اردو زبان بولنے والوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے وہاں سے بھی اردو زبان کو بڑی تیزی کے ساتھ نکالے جانے کا افسوسناک اقدام کیا جا رہا ہے ۔ یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ اردو کو بحیثیت ذریعہ تعلیم کے ختم کرنے کا کام ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت کیا جا رہا ہے اب تک جو مواد وصول ہوا ہے حسب ذیل ہے ۔

مقام	کل آبادی	اردو بولنے والی آبادی	کن جماعتوں تک اردو کی تعلیم بند کی گئی
خان پور (عادل آباد)	۵۰۳۵	۲۱۵۵	دو سے چار تک
بلی (بیدر)	۳۰۰۰	۱۸۰۰	۵ سے ۹ ،،
جیوارگی	۳۶۲۳	۵۵۰	۱ سے ۳ ،،
کورٹلہ	۸۴۲۰	۲۴۵۵	آٹھویں میں
پیگال (کریم نگر)	۷۰۰۰	۳۰۰۰	۱ سے ۷ ،،
کہیرپلی	۸۰۰۰	۳۰۰۰	۱ سے ۷ ،،
عالم پور (رائچور)	۸۰۰۲	۳۵۰۰	۶، ۶، ۹، ۵ ،،
سندھنور	۸۵۳۳	۲۲۸۲	۶، ۶، ۹، ۵ ،،
کلم	۶۰۰۰	۱۰۰۰	۱ سے ۳ ،،

مقام	کل آبادی	اردو بولنے والی آبادی	کن جماعتوں میں اردو کی تعلیم بند کی گئی
کوئل کنڈہ	۲۶۵۳	۱۳۱۸	۱ سے ۳ تک
پداپلی	۱۲۰۰۰	۵۰۰۰	
ہُم	۲۲۰۰۰	۷۰۰۰	۶، ۶، ۹، ۵ تک

ہر سال ایک ایک جماعت برخاست ہو رہی ہے

(روزنامہ سیاست)

ناگپور

انجمن ترقی اردو ناگپور کے آفس سکریٹری محمد صدیق اختر صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ جن اصحاب کے انتخابات عمل میں آئے ہیں ۔ ان تمام اصحاب نے بہت ہمت افزا جوابات دئے ہیں ۔ پنڈت سیمیوناتھ سیگن صاحب نے لکھا ہے کہ

"بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے انجمن ترقی اردو کی صوبائی مجلس عاملہ کا ممبر نامزد کیا میں پوری کوشش کروں گا کہ اردو کی ترقی کے لئے انجمن جو قدم اٹھائے اس میں دلچسپی لوں ۔"

اسی طرح بعض دوسرے ممبروں جیسے بابو سید عبدالرحمٰن صاحب جمشید ربٹ صاحب ۔ عبدالمتین صاحب اور حمید جمال صاحب انجمن ترقی پسند مصنفین کی منظوری کی اطلاع آئی ہے اور ہر ایک نے اپنے امکان بھر اردو کی خدمت کا یقین دلایا ہے ۔ امید کی جاتی ہے کہ امروز فردا میں دیگر حضرات بھی اپنی منظوری کی اطلاع بھیج کر ممنون فرمائیں گے ۔

بلاسپور کے ایک پرانے اردو اسکول کے ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی ۔ اس پر مقامی انجمن ترقی اردو نے احتجاج کیا ہے ۔ اور اس کے احتجاج کو زوردار بنانے کے لئے صوبائی مرکزی انجمنوں کی طرف سے ریلوے سنٹر ریلوے بورڈ اور وزارت تعلیم حکومت ہند کو خطوط بھیجے گئے ۔ امید کی جاتی ہے کہ اب اردو اسکول کو توڑا نہیں جائے گا ۔

کھیڑ ضلع ناگپور کی میونسپل کمیٹی کے صدر صاحب نے کہا کہ محکمۂ تعلیم نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ کھیڑ کے اردو اسکول کو بند کر دیا جائے ان کی یہ خواہش بالکل نامناسب اور

اور نامعقول ہے جبکہ وہاں برسوں سے اردو اسکول قائم ہے اور آج بھی کافی لڑکے پڑھ رہے ہیں۔ امید ہے کہ محکمہ تعلیم کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے گا جس سے مرکھیڑ کے اردو پڑھنے والے بچے اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے سے محروم ہو جائیں۔ صوبائی انجمن نے مرکھیڑ علاقے کے نمائندے جناب بیرسٹر دان کیھرڑے سے درخواست کی ہے کہ وہ صدر میونسپل کمیٹی کی اردو دشمنی کا سدباب کریں۔

سہسوان

۲۳ اپریل کی شب کو مدرسہ فیض عام کے وسیع میدان میں ایک عظیم الشان جلسے کو جس میں سہسوان کی قدیم روایات کے مطابق ہندو و مسلمان دونوں ہی شامل تھے۔ حیات اللہ صاحب انصاری نے خطاب کیا۔

موصوف نے سلجھے ہوئے پیرایہ میں اردو کی افادیت اور اس کی بقا کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ حیات اللہ صاحب نے فرمایا کہ اردو ہمارا ایسا قیمتی سرمایہ ہے جو صدیوں کی جانفشانی اور لاتعداد انسانوں کی محنت کی عظیم نشانی ہے۔ کون ایسا نادان ہوگا جو اپنے ہاتھوں سے ایسے سرمایہ کو لٹا دے گا۔

حیات اللہ صاحب نے مزید فرمایا کہ یہ کہنا کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے ایک زبردست جھوٹ ہے ایک بڑا دھوکا ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک خطرناک غلطی ہے جس سے غیر شعوری طور پر قوم ایک غلط راستے پر جا سکتی ہے اگر آج کے حالات اردو کی اہمیت اس کی ہمہ گیری اور فطری دلکشی محسوس نہیں ہونے دیتے تو یقیناً کل جب صحیح احساس بیدار ہوگا تو اس خوفناک غلطی کا بڑا گہرا اور شدید احساس ہوگا۔ آئیے اور دیکھئے اردو کے سب سے زیادہ اشاعت رکھنے والے اخبارات وہ ہیں جن کے مالکان ہندو جن کے مدیران ہندو جن کی پالیسی سخت فرقہ پرستانہ۔ اس لئے قدرتی طور پر پڑھنے والے تقریباً سب کے سب ہندو۔ کیا ملاپ اور پرتاپ جیسے اخبارات کی موجودگی کی کافی ضمانت نہیں کہ بد قسمتی اردو کو استعمال کرنے والوں میں ایک بڑی تعداد ہندوؤں کی ہے۔ جن سنگھ کا سارا لٹریچر اردو میں شائع ہوتا ہے کیا اسے پڑھنے والے بھی صرف مسلمان ہو سکتے ہیں۔

انھوں نے فرمایا کہ حکومت سے اپنے جائز مطالبات منوانے کا ہمیں پورا پورا حق حاصل ہے اور حکومت کو یہ ماننا پڑے گا۔ آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو اگلے دن لیکن بہرحال ماننا پڑے گا۔

آخر میں موصوف نے انجمن ترقی اردو کے کارکنان کی اس محنت کی جو انھوں نے اردو دستخطی مہم کے سلسلے میں کی تعریف کی اور فرمایا کہ مجھے آپ کے اس جلسے میں اجنبیت کا قطعی احساس نہیں میں اپنے آپ کو محنتی اور صحیح جذبہ عمل رکھنے والے انسانوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔

گورکھپور

مقامی اطبا کی ایک کانفرنس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اردو زبان کو علاقائی زبان تسلیم کرے۔

جموں (کشمیر)

کشمیر کے وزیر اعظم شیخ عبداللہ نے قانون ساز اسمبلی میں کہا کہ جموں اور کشمیر کی سرکاری زبان اردو ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ خود غرض جماعتیں زبان کے سوال کو سیاسی مسائل سے الجھا رہی ہیں۔ کشمیر کا اب ہندوستان سے الحاق ہو گیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر کشمیری ہندوستان کی سرکاری زبان پوری طرح سیکھے لیکن ہندوستان کے دستور میں اس کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے کہ ہر علاقائی زبان کو ترقی کرنے کا موقع ملے۔ کشمیر کی علاقائی زبان اردو ہے۔ یہ زبان تمام ریاست کے ہر حصے میں صدیوں سے بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اب کچھ لوگ ہندی کا شور مچا رہے ہیں حالانکہ وہ خود بھی ہندی نہیں جانتے۔ وہ ہندی کی حمایت میں جو کچھ پروپیگنڈہ کرتے ہیں وہ بھی اردو میں کرتے ہیں۔ وہ حکومت کو دھمکانا چاہتے ہیں مگر میں ان لوگوں سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ حکومت ان کی دھمکیوں سے ہرگز متاثر نہ ہوگی۔

اس شکایت کا جواب دیتے ہوئے کہ جموں میں لڑکیوں کو اردو پڑھنے پر مجبور کیا جاتا ہے، شیخ عبداللہ نے کہا کہ یہ تو ریاست کے ہر شہری کا فرض ہے کہ اگر وہ حکومت کے اسکولوں میں تعلیم پانا چاہتا ہے تو اردو پڑھے۔

سہارن پور فکر تعلیم کے لئے ذہنی پاکیزگی۔ اور خیالات کی بلندی کتنی ضروری ہے ؛ لیکن سہارنپور کا ذمہ دار تعلیمی شعبہ اتنا پوتر اور "شدھ" ہے کہ اُس کے لئے ایسی پاکیزگیوں۔ اور بلندیوں کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی سنا گیا ہے کہ ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز نے اپنی وسیع النظری کی ایک عجیب مثال قائم کی ہے۔

پچھلے دنوں ہمیں یہ معلوم ہوا کہ پریذیڈنٹ ڈسٹرکٹ بورڈ سہارنپور نے یہ حکم صادر فرمایا کہ جو تیر ہائی اسکولوں کی لائبریریوں میں جہاں اور اخبارات خریدے جاتے ہیں وہاں اپنی کچھ خصوصیات کی بنا پر اردو کا ایک مقامی اخبار بھی خرید اجایا کرے۔ لیکن یہ حکم ابھی جو تیر ہائی اسکولوں کے انچارجوں کے پاس پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ انسپکٹر صاحب کے علم میں بھی پریذیڈنٹ صاحب کی یہ "حرکت" آگئی۔ اور آپ نے پریذیڈنٹ کے حکم پر خط تنسیخ کھینچ دیا۔ اور فرمایا "کہ کوئی اردو اخبار کسی اسکول کی لائبریری میں نہیں خرید اجا سکتا"۔ چنانچہ پریذیڈنٹ صاحب کے آرڈر کا احترام دھرا کا دھرا رہ گیا۔

دہلی کی زبان

دہلی میں عوام کی زبان اردو ہے اور اُردو کے بعد دوسرا درجہ انگریزی کا ہے اور ہندی یہاں تیسرے درجہ کی زبان ہے۔ یہ ہمارا قول نہیں یہ کوئی مفروضہ نہیں داستان یا افسانہ نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے اور حکومت دہلی کے پیش کردہ اعداد و شمار پر مبنی ہے جس کا انکشاف حال ہی میں دہلی اسمبلی میں کیا گیا ہے۔

ایک ممبر نے وزیر اعلیٰ سے سوال کیا تھا کہ دہلی میں اخبارات و رسائل کی تعداد کیا ہے۔ اُن میں کتنے روزنامے ہیں کتنے ہفتہ وار ہیں اور کتنے ماہوار وغیرہ۔ ان میں سے کتنے انگریزی میں چھپتے ہیں کتنے ہندی میں کتنے اردو و گورمکھی میں۔ سوال کرنے والے ممبر نے جو ترتیب زبانوں کی اپنے سوال میں قائم کی تھی۔ اس میں پہلا نمبر انگریزی کا دوسرا ہندی کا تیسرا اردو اور چوتھا گورمکھی کا تھا مگر جو جواب ملا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اردو کا نمبر اول انگریزی کا دوسرا ہندی کا تیسرا اور گورمکھی کا چوتھا ہے۔

وزیر اعلیٰ نے بتایا کہ اخبارات و رسائل کی کل تعداد ۴۲۴ ہے۔ روزانہ ۲۸ ہفتہ وار ۱۱۴، ماہوار ۲۴۹ اور مختلف جرائد کی تعداد ۳۳ ہے

ان میں اردو رسائل و اخبارات ۱۸۰ ہیں انگریزی ۱۴۷ ہندی ۷۰ گورمکھی ۱۰ ہیں۔ یہ اردو زبان کا ایک خاموش دعویٰ ہے۔ اس لئے اردو انصاف چاہتی ہے اور انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ اردو کو دہلی میں سب زبانوں پر فوقیت ہونی چاہیئے۔ اس کے خلاف جو کچھ بھی ہوگا وہ غلط ہوگا اور عوام پر ایک لسانی جبر ہوگا۔ (مدینہ)

کیا ملکی وحدت کیلئے زبان کی وحدت بھی ضروری ہے؟

مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان اردو اور بنگالی کی جو بحث چھڑی ہوئی ہے اس کا ایک رخ یہ بھی ہے جو قومی دارالاشاعت لاہور کے ایک کتابچہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کتابچہ کا صرف ایک باب ہم پیش کر رہے ہیں۔ مقصد یہ دکھانا ہے کہ سوچنے اور سمجھنے والوں کی ایک جماعت یہ رائے رکھتی ہے کہ قومی وحدت کے لئے لسانی وحدت ضروری نہیں بلکہ جہاں اس طرح لسانی وحدت کا نام لیا جاتا ہے تو اس میں بالالتزام ایک مرکزی جماعت کی ہوس و اقتدار شامل ہوتی ہے۔ مسئلہ اگرچہ پاکستان کا ہے لیکن اس سے کچھ روشنی ہندوستان میں

ہندی اور علاقائی زبانوں کے مسئلہ پر بھی پڑتی ہے۔ و۔ز۔]

اردو کو قومی زبان قرار دینے کے حق میں عموماً ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اردو کے پہلو بہ پہلو کسی دوسری زبان کو قومی زبان کا درجہ دینے سے پاکستان کی وحدت و سالمیت ختم ہو جائے گی پاکستان میں انتشار پھیل جائے گا۔ پاکستان کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ مولوی عبدالحق صاحب نے بھی اپنے ۳۰ مارچ کے بیان میں یہ دلیل دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"پاکستان کا اتحاد و استحکام اور اُس کی سالمیت صرف اُردو زبان پر ہے۔ یہ مثل شیرازے کے ہے جس نے مختلف اور متفرق عناصر کو ایک رشتے میں منسلک کر رکھا ہے۔ اردو کے ساتھ کسی دوسری زبان کو شریک کرنا شرک ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا پاکستان کی وحدت کے منافی ہوگا۔"

وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین اور پاکستان مسلم لیگ کے اُس وقت جنرل سیکریٹری مسٹر یوسف خٹک نے ان ہی دنوں جب کہ زبان کے مسئلے پر گرما گرم بحث جاری تھی اور اردو کے نادان دوست صوبائی زبانوں کے خلاف یہ فتویٰ صادر فرما رہے تھے کہ کسی دوسری زبان کو اردو کے ساتھ شریک کرنا شرک ہے یہ بیانات دیئے کہ صوبائی خودمختاری انگریزوں کے زمانے کی یادگار ہے۔ چنانچہ جس طرح انھوں نے انگریزوں کے زمانے کی تمام "یادگاروں" کو مٹا دیا ہے، وہ صوبائی خودمختاری کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس صوبائی خودمختاری سے پاکستان کی وحدت و سالمیت کو سخت خطرہ ہے۔

کراچی سے جغرافیائی وحدت اور لسانی وحدت کی آوازوں کا ایک ساتھ اٹھنا محض اتفاقی بات نہیں ہے۔ یہ آوازیں ایک خاص رجحان کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو ہمارے ملک کے ارباب اقتدار میں پیدا ہو رہا ہے۔ دراصل یہ ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ ایک کا مقصد مضبوط مرکز کا عذر کر کے تمام سیاسی اور معاشی اختیارات کو ایک خاص گروہ کے ہاتھ میں سمیٹنا ہے تاکہ صوبائی حکومتوں کو جو تھوڑی بہت آزادی حاصل ہے وہ بھی سلب کر لی جائے (غیر ملکوں سے تجارت کرنے کی اجازت دینے کے اختیارات پہلے ہی مرکزی حکومت کے پاس تھے۔ اب صنعت کو ترقی دینے کے سلسلے میں جو تھوڑے بہت اختیارات صوبائی حکومتوں کو تھے وہ مرکزی حکومت نے اپنے قبضہ میں کر لئے ہیں) دوسرے کا مدعا ایک زبان کی مرکزیت قائم کرنا ہے تاکہ دوسری قومی زبانوں کے ترقی و ترویج کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہے وہ پھل پھول نہ سکیں۔ صرف بولیاں بن کر رہ جائیں۔ اور ملک کے عام لوگ (یعنی ۹۵ فیصدی آبادی) علم و تہذیب کی برکتوں سے محروم رہ کر حکمران طبقوں کے تابع اور فرمانبردار بنے رہیں۔

اس قسم کی آوازیں پہلی بار پاکستان ہی میں نہیں اٹھی ہیں۔ ہر اس ملک میں جہاں کئی قومیں آباد ہوں اور صحیح معنی میں جمہوری حکومت قائم نہ ہو برسر اقتدار طبقہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح ان قوموں کی خودمختاری چھین لی جائے

اُنیسویں صدی میں مغربی یورپ کی سامراجی طاقتوں نے ایشیا اور افریقہ میں اپنے مقبوضات میں اسی پالیسی پر عمل کیا۔ برطانیہ نے ہندوستان اور برما کو آزادی اور حق خوداختیاری سے محروم کیا اور انگریزی زبان کو مسلط کیا۔ قومی زبانیں جان بوجھ کر دبائی گئیں۔ انھیں ترقی کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ اسمبلی میں، سرکاری دفتروں میں ہر جگہ انگریزی کا جاننا ضروری ٹھیرا۔ فرانس نے شمالی افریقہ اور ہند چین پر قبضہ کیا۔ وہاں کی قوموں کی خودمختاری سلب کی اور فرانسیسی زبان اُن کے منہ میں زبردستی ٹھونس دی۔ ڈچوں نے انڈونیشیا کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے انڈونیشی قوم کو اپنا غلام بنایا اور ڈچ زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دیا۔ زار شاہی روسیوں نے وسط ایشیا کی مسلمان قوموں کے علاقوں کو اپنی وسیع سلطنت میں شامل کیا اور انھیں آزادی سے محروم کرنے کے ساتھ ہی ساتھ ان کی قومی زبانوں کو سختی سے دبا کر روسی زبان کو اُن پر مسلط کیا۔

زار روس کی سلطنت "قوموں کا قید خانہ" تھا۔ روسی زبان پوری سلطنت کی سرکاری زبان تھی۔ محکوم قوموں کے لوگ فریاد بھی کرتے تھے تو روسی زبان میں۔ زار شاہی حکومت پوری سلطنت کو "روسیانے" کی پالیسی پر شدت سے

تھی۔ تمام محکوم قوموں کو انھیں ملک کے سیاسی اور معاشی مسائل میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ ڈنڈے کے زور سے روسی تہذیب اور روسی زبان سکھائی جاتی تھی۔ اور لطف یہ ہے کہ روسی ادیبوں، آزاد خیال سرمایہ داروں اور مصلحوں کا ایک گروہ بھی حکومت کی اس پالیسی کو سراہتا تھا۔ اور جو لوگ بالخصوص بالشویک اس قوم کش پالیسی کی مخالفت کرتے تھے انھیں وطن کے غدار، روس کی وحدت و سالمیت کے دشمن اور انتشار پسند خیال کیا جاتا تھا۔ قوموں کے حق خود اختیاری کو جس میں قومی زبانوں کا حق خود اختیاری بھی شامل تھا، ریاست کی وحدت و سالمیت کے منافی سمجھا جاتا تھا۔ دلیل یہ دی جاتی تھی کہ قوموں کو یہ حقوق دینے سے ریاست کا شیرازہ بکھر جائے گا۔

زار شاہی کی اس پالیسی کی بنیاد معاشی تھی۔ روس کے بڑے بڑے سرمایہ دار اور نواب سلطنت کے مختلف علاقوں کو بلا شرکت غیرے لوٹتے تھے۔ مثلاً وسطی ایشیا کی کپاس کی ساری تجارت روسی تاجروں کے ہاتھ میں تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ دوسری قوموں کے لوگ اپنے اپنے علاقے کی دولت سے فیض یاب ہوں۔ محکوم قوموں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کرنے سے ماسکو اور پیٹروگراڈ کے سرمایہ داروں کی اجارہ داری ختم ہوتی تھی اس لئے یہ طبقہ قوموں کے حق خود ارادیت کے خلاف تھا اور مضبوط مرکزی حکومت کے حق میں تھا۔ اسی طرح قومی زبان کو کچلنے اور روسی زبان کو تمام ملک کی سرکاری زبان بنانے میں روس کے اونچے طبقوں کا فائدہ تھا۔ ایک یہ کہ اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل نہ کرنے کے سبب محکوم قومیں زندگی کے ہر شعبے میں پیچھے رہتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ روس کے اونچے طبقوں بالخصوص روسی تاجروں کو اپنے کاروبار میں آسانی ہوتی تھی۔ طباعت اور اشاعت کے روسی اداروں کے لئے بازار وسیع ہوتا تھا اور انھیں مالی نفع پہنچتا تھا۔ بہت سے روسیوں کو روزگار مل جاتا تھا۔ روسی قوم حاکم قوم سمجھی جاتی تھی۔ اور روسیوں کے قومی پندار کو تسکین ہوتی تھی۔ ہندوستان میں بھی صوبائی خود مختاری کو کمزور کرکے مرکزی حکومت کو مضبوط کرنے اور ہندی زبان کو سارے ملک کی سرکاری زبان بنانے کے پیچھے یہی معاشی اور سیاسی جذبہ کام کر رہا ہے۔ معاشی اور سیاسی مقصد پاکستان کے حکمران طبقے کے بھی وہی ہیں۔ اور انھیں مقاصد کو پورا کرنے کے لئے وہ صوبائی خود مختاری کو کمزور کرکے مرکزی حکومت کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنا رہا ہے اور اردو کو سارے ملک کی قومی اور سرکاری زبان بنانے کی باتیں کر رہا ہے۔ مگر عمل اس حکمران طبقے کا یہ ہے کہ مشرقی بنگال میں جہاں اردو کی مخالفت ہے وہاں اردو کو زبردستی ٹھونسا جا رہا ہے اور مغربی پاکستان میں جہاں اردو کی مخالفت نہیں وہاں اُسے ترقی دینے کے لئے مدد نہیں دی جاتی۔ اور انگریزی کو بدستور سارے پاکستان میں سرکاری زبان کی حیثیت دے رکھی ہے۔ حکمران طبقے کی اس پالیسی کا بھی معاشی اور سیاسی مقصد ہے۔ (باقی آئندہ)

باہتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا۔